

واقعہٗ غدیر کا پیش خیمہ

<?xml encoding="UTF-8">

غدیر کا عمیق مطالعہ کرنے کے لئے اس عظیم واقعہ کے وقوع پذیر ہونے کے وقت معاشرہ کے سماجی، اعتقادی اور اخلاقی حالات سے آگاہ ہونا ضروری ہے، تا کہ معلوم ہو کہ غدیر خم میں رسول (ص) کے ساتھ کون لوگ تھے؟ اور وہ کیسے مسلمان تھے؟ ان کا عقیدہ کیسا تھا؟ اور وہ کتنے گروہوں میں تقسیم ہو سکتے ہیں؟ یہ فکری آمادگی واقعہٗ غدیر کے جزئیات اور اس کی خاص کیفیت کا تجزیہ و تحلیل کرنے میں مددگار اور نتیجہ خیز ثابت ہو گی۔

۱. ہجرت کے پہلے عشرہ میں اسلامی معاشرے کی تشکیل دین اسلام کی تبلیغ میں پیغمبر اکرم (ص) کی رسالت [1]

دین اسلام آخری دین ہے جو گزشتہ تمام ادیان کو منسوخ کر دینے والا اور معارف الہی کے سب سے بلند و بالا مطالب کا حامل ہے جو کسی زمان و مکان میں محدود نہیں ہیں۔ لہذا ان معارف کو پوری دنیا میں ہمیشہ کے لئے لوگوں کی فکر و روح کی تعمیر کرنے والی اور انسانیت ساز قانونی دستاویز کے طور پر ہونی چاہئے۔ اس عظیم رسالت کی ذمہ داری خاتم الانبیاء حضرت محمد بن عبد اللہ (ص) کے کاندھوں پر ڈالی گئی ہے۔ آنحضرت (ص) اسلامی احکام و معارف لوگوں کے لئے آہستہ آہستہ بیان فرماتے تھے اور ہر اقدام سے پہلے اس کے لئے ماحول کو سازگار بناتے تھے۔ جیسے جیسے اسلام کی قدرت و طاقت اور ترقی میں اضافہ ہوتا جاتا تھا پیغمبر اسلام (ص) بھی سنگین تر اسلامی مطالب کو لوگوں کے سامنے بیان فرماتے تھے، اور یہ طریقہ آپ کی حیات طیبہ کے آخری وقت تک جاری و ساری رہا۔

ہجرت سے پہلے مسلمان [2]

پیغمبر اکرم (ص) کی تیرہ سال کی تبلیغ کے دوران مکہ معظمہ میں مسلمانوں کی تعداد بہت کم تھی اور اس کی وجہ ظاہری طور پر اسلام کا کمزور ہونا تھا، لہذا دنیوی خواہشات کے خواہاں اسلام کی طرف بہت کم مائل ہوتے تھے۔

اگرچہ اس دور میں بھی کچھ منافقین اپنا مستقبل بنانے کی غرض سے آنحضرت (ص) کی خدمت میں حاضر رہتے تھے، اپنے جاہلیت والے مقاصد کو حاصل کرنے اور آنحضرت (ص) کے اقدامات کو نابود کرنے کے لئے دل ہی دل میں منصوبہ بنایا کرتے تھے، لیکن دوسرے افراد کی نیک نیتی ان کے تمام ارادوں پر پانی پھیر دیتی تھی۔

ہجرت کے بعد مسلمان [3]

پیغمبر اکرم (ص) کی مدینہ تشریف آوری، آپ کے استقبال اور مسلمانوں کے لئے امن و امان کی جگہ فراہم ہو جانے کے بعد روز بروز مسلمانوں کی تعداد میں اضافہ ہوتا گیا۔ اسلام اس قدر ترقی کی راہ پر گامزن تھا کہ گروہ گروہ اور کبھی تو سارا قبیلہ مسلمان ہو جاتا تھا۔ مدینہ کے گرد و نواح سے بھی افراد آنحضرت (ع) کی خدمت با برکت

میں حاضر ہوتے تھے اور اسلام قبول کرتے تھے۔ اس بنا پر مسلمانوں کی آبادی میں ایک بنیادی تبدیلی ہو رہی تھی، مشرکین، یہودی اور عیسائی ایمان لا کر مسلمان معاشرہ میں داخل ہو چکے تھے اور یہ معاشرہ مختلف قبائل اور مختلف گروہوں کو اپنے اندر جگہ دے رہا تھا۔ ان لوگوں میں سے بعض لوگ اپنے قبیلہ کے سرداروں کی اتباع میں، کچھ جنگوں میں شرکت کر کے مال غنیمت حاصل کرنے کے قصد و ارادہ سے مسلمان ہوئے اور بعض دوسرے افراد عہدہ و منصب وغیرہ حاصل کرنے کی غرض سے اسلام لائے۔

جب پیغمبر اسلام (ص) کی جنگیں اوج پر پہنچیں اور مسلمانوں کی معاشرتی اور فوجی طاقت بڑھی اور مسلمان جنگوں کو فتح کر نے لگے، تو کثرت سے لوگ اپنی جان و مال کی حفاظت کے لئے اسلام قبول کرنے لگے اور کچھ لوگوں نے رسوا و ذلیل نہ ہونے کی خاطر خود کو اکثریت کے ساتھ ملحق کر لیا۔ اگرچہ مخلص اور فدا کار مسلمانوں کی تعداد بھی کم نہیں تھی اور یہی وہ افراد تھے جو منافقین کے منصوبوں اور دنیا پرستوں کی خواہشات میں رکاوٹ ڈالتے تھے۔

فتح مکہ کے بعد مسلمان [4]

پیغمبر اسلام (ص) کے ذریعہ مکہ فتح ہو نے کے بعد یہ صورت حال نے مزید پیچیدہ ہو گئی۔ یہ بڑی فتح جس میں پیغمبر اکرم (ص) اور حضرت علی علیہ السلام نے بت پرستی اور شرک کی کمر توڑ دی تھی، پیغمبر اکرم (ص) کی طرف سے عام طور پر در گزر کر کے اعلان کے بعد بہت سے وہ افراد جو کل تک جنگوں میں مسلمانوں کے خلاف تلوار چلاتے تھے، مسلمانوں کے گروہ میں داخل ہو گئے اس طرح مسلمان معاشرہ نے نئی شکل اختیار کر لی۔

حجۃ الوداع کے سال اسلامی معاشرہ [5]

پیغمبر اکرم (ص) کی حیات طیبہ کے آخری سال میں جہاں آپ کے ساتھ ایک طرف سلمان ابوذر اور مقداد جیسے مخلص مسلمان تھے تو دوسری طرف وہ نئے مسلمان بھی تھے جو کل تک اسلام کے خلاف تلوار اٹھایا کرتے تھے۔ اس کے علاوہ خواہشات نفسانی کے پابند ہوئے و ہوس کے غلام اور دنیا کے خواہاں افراد بھی تھے جن کا مقصد دنیا حاصل کرنا تھا۔

کچھ افراد کی افکار پر دور جاہلیت کے تعصبات کا غلبہ، بدر و احد و حنین اور خیبر کے کچھ باقیماندہ عقدے اور دنیاوی لالچ نے کچھ لوگوں کے دلوں سے ایمان راسخ کو ختم کر دیا تھا اس کے علاوہ مخفی حسد جو روز بروز آشکار ہوتا جا رہا تھا حجۃ الوداع کے وقت سب چیزیں مسلمانوں کے معاشرہ پر حکم فرما تھیں اور اس وقت کی فضا انہیں اسباب کی دین تھی۔

مسلم معاشرے میں منافقین [6]

مسلم معاشرے کی سب سے بڑی مشکل، نفاق تھا جو ان افراد کی مختل کمزوریوں سے فائدہ اٹھا کر ان کے اندر سے روح ایمان کو سلب کر کے انہیں اپنی طرف مائل کر لیتا تھا۔ منافقین وہ لوگ تھے جو ظاہری طور پر تو مسلمان تھے لیکن قانونی طور پر ان سے پیش آنا مشکل تھا۔ یہ گروہ بعثت کی ابتدا ہی سے مسلمانوں کے درمیان موجود تھا اور بعض تو ابتدا ہی سے منافقانہ نیت سے

مسلمان ہوئے تھے، لیکن ان کی تعداد بہت کم تھی۔ جیسے جیسے اسلام کی قوت بڑھتی جا رہی تھی ویسے ویسے منافقین بھی اپنے کو منظم کرتے جا رہے تھے اور اسلام کی ظاہری عبا زیب تن کئے ہوئے اسلام کے نئے پودے پر کفار و مشرکین سے بھی زیادہ مہلک وار کرتے تھے۔

پیغمبر اسلام (ص) کی حیات طیبہ کے آخری سالوں میں منافقین عملی طور پر میدان میں آ گئے تھے، وہ مٹینگیں کیا کرتے تھے، اسلام اور پیغمبر اکرم (ص) کے خلاف سازش کر تے اور ماحول خراب کیا کرتے تھے جس کی بہترین گواہ قرآن کریم کی آیات ہیں۔ اگر ہم قرآن کریم کی آیات کے نا زل ہونے کی ترتیب کا جائزہ لیں تو منافقین سے متعلق اکثر آیات پیغمبر اکرم (ص) کی حیات طیبہ کے آخری سالوں میں نا زل ہو ئی ہیں۔ [7]

منافقین ظاہری طور پر تو مسلمان تھے لیکن باطنی طور پر کفر والحاد اور شرک کی طرف ما ئل تھے ان کے دل میں یہ آرزو تھی کہ دین اسلام کو ہر اعتبار سے نقصان پہنچا یا جائے اور کسی طرح اپنی پرانی حالت پرپلٹ جا ئیں لیکن وہ یہ بھی اچھی طرح جانتے تھے کہ ہم اس ہدف کو آسانی سے نہیں حاصل کر سکتے اور کم سے کم پیغمبر اکرم (ص) کی حیات طیبہ میں تو ایسا ہونا ناممکن ہے۔ لہذا انہوں نے پیغمبر اسلام (ص) کی رحلت کے بعد اپنے ناپاک عزائم کو عملی جامہ پہنانے کا منصوبہ بنایا۔

انہو ں نے حجةالوداع کے سال میں اپنے درمیان کئی عہد ناموں پر دستخط کئے تھے اور ان میں اسلام کے خلاف کئی دقیق اور پیچیدہ سازشیں تیارکی تھیں۔ [8]

غدیر، سازشوں کی ناکامی کی بنیاد

جو چیز اس ماحول میں منافقوں کی سازشوں کو بالکل نیست و نابود، اسلام کو اس کی اصلیت اور حقیقت کے ساتھ محفوظ رکھ سکتی تھی وہ پیغمبر اسلام (ص) کے بعد آپ کے جانشین کا اعلان تھا۔ آنحضرت (ص) نے اپنی بعثت کے آغاز سے ہی ہر مناسب موقع پر اس کا اعلان فرمایا تھا یہاں تک کہ متعدد مرتبہ سند کے طور پر معاشرہ کی پشت پناہی کے ساتھ بیان فرمایا، یہاں تک کہ ایک روز امیر المومنین (ع) کو بلایا اسکے بعد اپنے خادم کو حکم فرما یا کہ قریش کے سو افراد، دیگر عربوں سے اسی افراد عجم سے ساٹھ افراد اور حبشہ کے چالیس افراد جمع کریں جب یہ افراد جمع ہو گئے تو آپ نے ایک کاغذ لا نے کا حکم دیا۔

اس کے بعد سب کو ایک دو سرے کے پہلو میں نماز کی طرح صف میں کھڑے ہونے کا حکم دیا اور فرمایا: ”ایہا الناس، کیا تم اس بات کو تسلیم کرتے ہو کہ خداوند عالم میرا ما لک ہے اور مجھ کو امر اور نہی کرتا ہے اور میں خداوند عالم کے قول کے مقابلہ میں امر و نہی کر نے کا حق نہیں رکھتا؟“

انہو ں نے کہا: ہاں، یا رسول اللہ۔ آپ نے فرمایا: کیا میں تمہارے نفوس پر تم سے زیادہ حاکم نہیں ہوں، تم کو امر و نہی کرتا ہوں اور تم کو میرے مقابلہ میں امر و نہی کرنے کا حق نہیں ہے؟ انہوں نے کہا: ہاں، یا رسول اللہ۔

فرمایا: جس شخص کا خداوند عالم اور میں صاحب اختیار ہوں یہ علی بھی اس کے صاحب اختیار ہیں یہ تم کو امر و نہی کرنے کا حق رکھتے ہیں اور تمہیں ان کو امر و نہی کرنے کا حق نہیں ہے۔ خدایا علی (ع) کے دوست کو دوست رکھ اور علی (ع) کے دشمن کو دشمن قرار دے، جو اس کی مدد کرے تو اس کی مدد کر، جو اس کو ذلیل و رسوا کرے تو اُس کو ذلیل و رسوا کر۔ خدایا تو اس بات کا شاہد ہے کہ میں نے تبلیغ کی اور ان تک پیغام پہنچا دیا اور ان کے سلسلہ میں پریشان رہا۔

اس کے بعد اس کاغذ (جس میں یہ مطالب تحریر تھے) کو ان افراد کے سامنے تین مرتبہ پڑھنے کا حکم دیا۔

اس کے بعد تین مرتبہ فرمایا: تم میں کون شخص اس عہد سے پھر جائے گا؟ انہوں نے تین مرتبہ کہا: ہم خدا اور اس کے رسول کی پناہ چاہتے ہیں اگر ہم اپنے عہد سے پھریں۔

اس کے بعد آنحضرت (ص) نے اس کاغذ کو لپیٹا اور اس پر مجمع میں موجود سب افراد کے دستخط کرائے اور فرمایا: اے علی (ع) اس نوشتہ (تحریر) کو اپنے پاس رکھو، اور اگر ان میں سے کسی نے عہد شکنی کی تو یہ تحریر اس کو پڑھ کر سنانا تاکہ میں قیامت میں اس کے خلاف مبعوض رہوں۔ [9]

ان تمام اقدامات کے باوجود پیغمبر اکرم (ص) حضرت علی (ع) کو قانونی طور پر اپنا جانشین و خلیفہ معین فرمانے کے لئے اپنی حیات طیبہ کے آخری ایام میں زمان، مکان اور تاریخ کے اس عظیم جم غفیر کے منتظر تھے منافقین کو بھی اس چیز کا خطرہ تھا اور متعدد طریقوں سے اس اعلان میں روڑے اٹکا رہے تھے۔

قانونی طور پر زمان و مکان کے اعتبار سے اعلان کرنے کا سب سے بہترین موقع ’غدیر خم‘ تھا جس نے منافقین کو مہوت کر کے رکھ دیا تھا، ان کی کئی سالوں سے چلی آرہی سازشوں کو چکنا چور کر دیا اور ان کے شیطانی منصوبوں پر پانی پھیر دیا۔ [10]

حضرت فاطمہ زہراء (ص) اس سلسلہ میں فرماتی ہیں:

”وَاللّٰهُ لَقَدْ عَقَّدَ لَهُ يَوْمَ مِثْدِ الْوَلَاءِ لِيَقْطَعَ مِنْكُمْ بِذَلِكَ الرَّجَاءِ“ [11]

”پیغمبر اکرم (ص) نے غدیر کے دن عقد ولایت کو حضرت علی (ع) کے لئے محکم و استوار فرمایا تاکہ اس طرح تمہاری آرزوئیں اس سے منقطع ہو جائیں“

غدیر عرصہ دراز کے لئے اتمام حجت

پیغمبر اکرم (ص) نے اس دین اسلام کے قیامت تک باقی رہنے اور پوری دنیا میں مسلمانوں کے پھیل جانے کے بعد قیامت تک باقی رہنے والے اپنے جانشینوں (یعنی بارہ ائمہ معصومین علیہم السلام) کا اپنے ایک خطبہ میں تعارف کرایا۔

اس لئے اگر اس دن اکثر مسلمانوں نے اپنے ہمدرد پیغمبر کے کلام کو تسلیم نہ کیا اور امیر المومنین حضرت علی علیہ السلام کی بلا فصل خلافت کو قبول نہیں کیا لیکن مسلمانوں کی بعد میں آنے والی نسلوں کے اکثر افراد نے پیغمبر اکرم (ص) کے حقیقی وصی کی معرفت حاصل کر لی۔ یہی غدیر کا سب سے اہم اور بنیادی ہدف تھا۔ اگرچہ منافقین نے اپنے ارادوں کو عملی جامہ پہنایا لیکن یہ غدیر کا ہی نور ہے کہ جس نے چودہ صدیوں گزر جانے کے باوجود دنیا کی اس وسیع و عریض زمین پر تاریخ کے ہر دور میں کروڑوں شیعوں اور اہل بیت علیہم السلام سے محبت رکھنے والوں کو باقی رکھا اور اسی طرح نور ولایت کو دنیا کے مختلف مقامات پر روشن اور تابناک محفوظ رکھا ہے۔

اسی طرح اگر عرصہ دراز تک مسلمانوں کے گروہ نے پیغمبر اسلام (ص) کے حقیقی جانشینوں کے سامنے سر تسلیم خم نہ کیا اور نہیں کرتے ہیں لیکن شیعوں کی یہ بہت بڑی تعداد فقط علی بن ابی طالب (ع) اور ان کی نسل سے گیارہ فرزندوں کو پیغمبر اکرم (ص) کے جانشین سمجھتی ہے۔

اس مقدمہ سے یہ بات ظاہر ہوتی ہے کہ خطبہ غدیر کچھ محدود گروہ اور خاص زمانہ کے لئے نہیں بیان کیا گیا تھا، بلکہ پیغمبر اکرم (ص) نے خود یہ ارشاد فرمایا کہ حاضرین غائبین کو، شہر میں رہنے والے گاؤں میں رہنے والوں کو اور باپ اپنی اولاد کو قیامت تک یہ خبر پہنچا تے رہیں اور سب اس پیغام کو پہنچانے میں اپنی ذمہ داری پر عمل کریں۔ [12]

جب پیغمبر اکرم (ص) نے لوگوں پر اپنی حجت تمام کر دی، تو اب یہ صرف لوگوں کے اوپر ہے کہ وہ چاہے جنت کو اختیار کریں یا جہنم کو، اور ان کا ولایت علی (ع) کو قبول کرنا یا قبول نہ کرنا ایک الہی امتحان ہے۔

اس سلسلہ میں امام علی رضا علیہ السلام فرماتے ہیں :

(مَثَلُ الْمُؤْمِنِينَ فِي قُبُولِهِمْ وَإِلَاءِ أَمِيرِ الْمُؤْمِنِينَ عَلَيْهِ السَّلَامُ فِي يَوْمٍ غَدِيرِ خُمٍّ كَمَثَلِ الْمَلَايِكَةِ فِي سُجُودِهِمْ لِآدَمَ، وَمَثَلُ مَنْ أَبِي وَلَايَةَ أَمِيرِ الْمُؤْمِنِينَ يَوْمَ الْغَدِيرِ مَثَلُ إِبْلِيسَ)

”غدير خم کے دن حضرت علی (ع) کی ولایت کو قبول کر نیوالے مومنین کی مثال حضرت آدم کو سجدہ کرنے والے ملائکہ جیسی ہے، اور ولایت امیر المومنین (ع) کا انکار کرنے والوں کی مثال ابلیس جیسی ہے“ [13]
اس مختصر سی بحث سے اسلامی معاشرے پر حکم فرما فضا اور وہ حالات جن میں واقعہ غديرروما ہوا اور وہ اہداف و مقاصد جو غدير کے مد نظر تھے واضح ہو جاتے ہیں۔

۲. خطبہ غدير کی اہمیت کے پہلو

پیغمبر اسلام (ص) کی پوری تاریخ بعثت میں صرف ایک حکم ایسا ہے جو اتنے تفصیلی مقدمات، ایک خاص مقام اور مسلمانوں کے جم غفیر میں ایک طولانی خطبہ کے ذیل میں بیان ہوا ہے دیگر تمام احکام الہی مسجد النبی یا آپ کے بیت الشرف میں بیان ہوتے تھے اور اس کے بعد ان کی اطلاع سب کو دیدی جاتی تھی، اسی بات سے اندازہ لگایا جا سکتا ہے کہ اسلام کا یہ الہی حکم دوسرے تمام الہی احکام سے ممتاز اور اہم ہے۔ حضرت امام محمد باقر علیہ السلام فرماتے ہیں :

”غدير کے دن ولایت کے مانند کسی حکم کا اعلان نہیں ہوا“

ہم ذیل میں فہرست وار خطبہ غدير کی اہمیت کے اسباب بیان کر رہے ہیں:

جغرافیائی اعتبار سے غدير کی جگہ جحفہ میں اس مقام سے پہلے ہے جہاں سے تمام راستے الگ الگ ہوتے تھے اور تمام قبائل اپنے اپنے راستہ کی طرف جانے کی وجہ سے ایک دوسرے سے جدا ہوتے تھے۔ اسی طرح اس گرم و ریگستانی علاقہ میں تین دن قیام کرنا اور وقت کے لحاظ سے حجة الوداع کے بعد کا زمانہ اور یہ اس دن تک مسلمانوں کا سب سے بڑا اجتماع تھا۔

خطیب کی جگہ، مخاطبین یعنی حاجیوں کی خاص کیفیت وہ بھی اتمام حج کے بعد اور واپسی کے وقت نیز مخاطبین کے سامنے پیغمبر اسلام (ص) کی وفات کے نزدیک ہونے کا اعلان اس لئے کہ آنحضرت (ص) اس خطبہ کے ستر دن بعد اس دنیا سے رحلت فرما گئے۔

خداوند عالم کا یہ فرمان ”اے پیغمبر اس پیغام کو پہنچا دیجئے جو آپ پر خداوند عالم کی طرف سے نازل ہوا ہے اگر آپ نے یہ پیغام نہ پہنچایا تو گویا رسالت کا کوئی کام ہی انجام نہیں دیا“ یعنی فرامین الہی میں سے کسی ایک فرمان کے لئے بھی ایسا حکم نہیں ہوا۔

پیغمبر اکرم (ص) کو خوف اور مسلمانوں کے مستقبل کی خاطر ولایت اور امامت کے حکم کو جاری کرنے کے لئے خدا کا قطعی فیصلہ، اس حکم الہی کو پہنچانے کی خصوصیات میں سے ہے کہ پیغمبر کسی بھی حکم کو پہنچانے کے لئے اس طرح فکرمند نہ ہوئے۔

خداوند عالم کا دشمنوں کے شر سے پیغمبر اکرم (ص) کی حفاظت کی ذمہ داری لینا اس پیغام اور اس اعلان کی خصوصیت ہے اور احکام الہی میں سے کسی کے لئے بھی ایسی ضمانت نہیں دی گئی۔

آنحضرت (ص) کا غدیر خم میں لوگوں سے اقرار لینا ۔

اس دستور الہی کو بیان کر نے کے لئے خاص اسباب کا اہتمام، اتنا بڑا مجمع، بیان کر نے کا خاص انداز اور منبر صرف اسی حکم الہی کے لئے تھا ۔ خاص طور سے پیغمبر اکرم (ص) کا لوگوں کو الوداع کہنا جبکہ بیرونی دشمنوں کی طرف سے اب اسلام کو نقصان پہنچانا ناممکن ہو گیا تھا۔

مسئلہ امامت صرف ایک پیغام اور ایک ہی خطبہ کی صورت میں نہیں پہنچایا گیا بلکہ خداوند عالم کے حکم و فرمان اور عام مسلمانوں کی بیعت اور ان سے عہد کے ذریعہ سے عمل میں آیا ۔

وہ عظیم اور حساس مطالب جو ولایت کو بیان کر تے وقت خطبہ میں ذکر کئے گئے ہیں۔

خطبہ سے پہلے اور بعد واقع ہو نے والے خاص رسم و رسومات مانند بیعت، عمامہ، سحاب اور مبارکباد جو اس واقعہ کی خاص اہمیت پر دلالت کرتے ہیں ۔

خداوند عالم کا یہ خطاب ”آج میں نے تمہارا دین کامل کر دیا اور اپنی نعمتیں تم پر تمام کر دیں“ جو اس دن تک کسی بھی موقع پر نہیں فرمایا گیا ۔

ائمہ علیہم السلام کا پیغمبر کے خطبہ غدیر کو اپنی توجہ کا مرکز قرار دینا، خاص طور پر حضرت امیرالمومنین اور حضرت زہرا علیہما السلام کا یہ فرمان ”پیغمبر اکرم (ص) نے غدیر میں کسی کے لئے کوئی عذر باقی نہیں چھوڑا“ [14] نیز علماء کا ائمہ ہدیٰ علیہم السلام کی اتباع میں غدیر سے متعلق موضوعات کا تفصیل سے بیان کرنا کہ یہی ولایت و امامت کی بنیاد ہے ۔

تاریخی، حدیثی، کلامی اور ادبی اعتبار سے اس حدیث کی سند اور نقل کرنے کا انداز اسی طرح اس کلام کا لوگوں کے دلوں میں بیٹھ جانا جو روایات ولایت میں ممتاز اور بے مثال ہے محققین اس روایت کے تواتر کو ثابت کرچکے ہیں اور تمام مسلمان چاہے وہ کسی بھی فرقہ اور مسلک کے ہوں اس حدیث کے صحیح ہو نے کا اعتراف کرتے ہیں

خطبہ غدیر میں آنحضرت (ص) کے بلند و بالا مقاصد

۱۔ اپنی تیئس سال کی زحمتوں کا نتیجہ اخذ کرنے کے لئے اپنا جانشین معین کرنا جس کے ذریعہ اس راہ کو برقرار رکھے گا۔

۲۔ اسلام کو کفار و منافقین سے ہمیشہ کے لئے محفوظ کرنے کی خاطر ایسے جانشینوں کا معین فرمانا جو اس ذمہ داری کو نبھا سکیں ۔

۳۔ خلیفہ معین کرنے کے لئے قانونی طور پر اقدام کرنا جو ہرقوم کے قوانین کے اعتبار سے ہمیشہ رائج رہا ہے اور تاریخ میں بطور سند ثابت ہے

۴۔ اپنے تیئس سالہ پروگرام میں گزشتہ اور مسلمانوں کے ماضی اور حال کا بیان کرنا۔

۵۔ دنیا کے اختتام تک مسلمانوں کے مستقبل کا راستہ ہموار کرنا ۔

۶۔ لوگوں پر حجت تمام کرنا جو انبیاء علیہم السلام کی بعثت کا ایک اصلی مقصد ہے۔

پیغمبر اکرم (ص) کے اس عملی اقدام کا نتیجہ جو اہل بیت علیہم السلام کے حق کو پہچاننے والوں اور اس کا اعتراف کر نے والوں کی کثرت، اور تاریخ میں اربوں شیعوں کا وجود خاص طور سے اس دور میں اس کی اہمیت کا بہترین گواہ ہے۔

حوالہ جات :

- [1] بحار الانوار جلد :۱۸،۱۹،۲۰۔
- [2] بحار الانوار جلد :۱۸ صفحہ ۱۲۸۔ ۲۴۳ ، جلد ۱۹ صفحہ ۲۷۱۔
- [3] بحار الانوار جلد ۱۹ صفحہ ۱۰۴۔ ۱۳۳ ، جلد ۲۰ ، جلد ۲۱ صفحہ ۱۔ ۹۰۔
- [4] بحار الانوار :جلد۲۱ صفحہ ۱۸۵۔۹۱۔
- [5] بحار الانوار :جلد ۲۱ صفحہ ۱۸۵۔۳۷۸۔
- [6] بحار الانوار :جلد ۲۲۔ اسی طرح منافقین سے متعلق آیات ،قرآن کریم میں ملا حظہ فرمائیں ۔
- [7] اس سلسلہ میں سورہ آل عمران ،نساء ،مائده ، انفال ، تو بہ ، عنکبوت ، احزاب ، محمد ، فتح ، مجاہدہ ، حدید ، منافقین و حشر میں رجوع کریں۔
- [8] منافقوں کی سازشوں کی تفصیل اس کتاب کے تیسرے حصہ میں بیان کی جائے گی ۔
- [9] فیض الغدیر :صفحہ ۳۹۲۔
- [10] اس کتاب کے دوسرے اور تیسرے حصہ میں رجوع فرمائیں ۔
- [11] عوالم : جلد ۱۱ صفحہ ۵۹۵ حدیث ۵۸۔
- [12] اس سلسلہ میں خطبہ غدیر کے گیارہویں حصہ میں رجوع کیجئے ۔
- [13] عوالم : جلد ۱۵/۳ صفحہ ۲۲۲ ۔
- [14] بحار الانوار جلد ۲۸ صفحہ ۱۸۶۔ عوالم جلد ۱۱ صفحہ ۵۹۵ حدیث ۵۹